قسط ۳

قرآن کریم واحد الہامی کتاب ہے جو محفوظ ہے

عبدالرحیم

☆ دورِ عثمانی میں قرآن کریم کی نشر واشاعت:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ ہائے ارتداد کی سرکوبی کے بعد قرآن پاک کا معری نسخہ کتابی شکل میں تدوین کرنے کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اور اسلام کی دعوت و جہاد کے مشن کو بھی فروغ ملا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے عہد زریں میں روم اور فارس جیسی سپر پاورز سمیت گردو پیش کی سلطنتیں بھی مملکت اسلامیہ کا حصہ بن گئیں، اور انہیں نظام اسلام کے سائے تلے امن وسکون کی زندگی نصیب ہوگئی۔ اس پر مستزاد مبلغین اسلام کی جدو جہد رنگ لائی اور لاکھوں افراد اپنے اہل وعیال اور حلقہ احباب سمیت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

قلیل مدت میں اہل اسلام کی آبادی میں بے محابا اضافے سے کچھ سلبی اثرات بھی مرتب ہوئے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ مختلف عجمی زبانوں کے ساتھ اختلاط سے شستہ عربی زبان بھی ملاوٹ کا شکار ہونے لگی، عجم کے لوگ جب قرآن پاک سیکھنے لگے، تو عربی زبان کے ملکہ ومہارت سے خالی ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض لوگ عرب قبائل کے مختلف لہجوں اور گرائمر کے قواعد میں اہل لغت کے اختلاف کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر بعض جہاندیدہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا ماتھا ٹھنکا، ان میں سرفہرست حضرت حذیفہ بن یمان انصاری رضی اللہ عنہما ہیں، جنہیں ہردم آخری زمانوں کے فتنوں کے تناظر میں امت اسلامیہ کے مستقبل کی فکر دامن گیر رہتی تھی اور مختلف مواقع پر ان فتنوں سے محفوظ رہنے کے وسائل اور طریقوں سے متعلق رسول اکرم ﷺ سے دریافت کرتے رہتے تھے۔

۲۵ھ ہجری میں یہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ مجاہدین شام وعراق کے ساتھ آرمینیا اور آذربائجان کے فتوحات سے واپس مدینہ منورہ کو لوٹے۔ یہ خلافت عثمانی کا دوسرا یا تیسرا سال تھا، جیسے ہی موصوف دربار خلافت میں پہنچے، خلیفہ راشد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے گویا ہوئے:

[یا امیر المؤمنین ! ادرك هذه الأمة قبل ان يختلفوا فى الكتاب اختلاف اليهود والنصارى]

''اے امیر المؤمنین! کتاب الٰہی میں یہود ونصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہونے سے قبل اس امت کو سنبھالئے''۔

[صحیح البخاری ٦٦ کتاب فضائل القرآن باب٣ جمع القرآن حدیث ٤٩٨٦]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس خطرے کو اچھی طرح بھانپ گئے اور تدارک کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اپنی سرپرستی میں ایک بورڈ تشکیل دی جس میں حضرات زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص، اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ پھر آپ نے ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ مصحف منگایا، اور اسی کے مطابق انتہائی احتیاط اور اہتمام کے ساتھ قریش کی لغت پر اس کی کتابت کروا کے متعدد نسخے تیار کرالئے، پھر مصحف صدیقی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کردیا۔ اور تمام بڑے بڑے شہر کی طرف ایک ایک نسخہ ارسال کردیا اور دربار خلافت سے یہ آرڈیننس جاری کردیا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں قرآن پاک کی نشر و اشاعت صرف اسی رسم الخط میں کی جائے۔ اس کے بعد دیگر عربی قبائلی لہجوں میں تحریر شدہ قطعات کو جلا کر زمین میں محفوظ کردیا گیا۔ [صحیح بخاری فضائل القرآن باب٣ جمع القرآن ٤٩٨٧]

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ ان تمام واقعات و محرکات کو بالاختصار اور جچے تلے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

''عرب میں مختلف علاقوں اور قبیلوں کی بولیوں میں ویسے ہی فرق پائے جاتے تھے جیسے ہمارے ملک میں شہر شہر کی، ضلع ضلع کی بولی میں فرق ہے۔ حالانکہ زبان سب کی وہی ایک ہی ہوتی ہے۔ قرآن مجید اگرچہ اس زبان میں نازل ہوا تھا جو مکہ میں قریش کے لوگ بولتے تھے۔ لیکن ابتداءً اس امر کی اجازت دے دی گئی تھی کہ دوسرے علاقوں اور قبیلوں کے لوگ (آسانی کی خاطر) اپنے اپنے لہجے اور محاورے کے مطابق اسے پڑھ لیا کریں، کیونکہ اس طرح معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، صرف عبارت ان کیلئے ملائم ہو جاتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ جب اسلام پھیلا اور عرب کے لوگوں نے دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کرلیا اور دوسری قوموں کے لوگ بھی دائرہ اسلام میں آنے لگے، اور بڑے پیمانے پر عرب و عجم کے اختلاط سے عربی زبان متاثر ہونے لگی، تو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اب بھی دوسرے لہجوں اور محاوروں کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت باقی رہی تو اس سے طرح طرح کے فتنے کھڑے ہوجائیں گے۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو غیر مانوس طریقے پر کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنے گا اور یہ سمجھ کر اس سے لڑ پڑیگا کہ وہ دانستہ کلام الٰہی کی قراءت میں غلطی کر رہا ہے، یا یہ کہ لفظی فرق رفتہ رفتہ واقعی تحریفات کا دروازہ کھول دیگا۔ ان وجوہ کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے یہ طے کیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں صرف اسی معیاری نسخہ قرآن کی نقلیں شائع کی جائیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ضبط تحریر میں لایا گیا تھا اور باقی تمام دوسرے لہجوں اور محاوروں پر لکھے گئے مصاحف کی اشاعت ممنوع قرار دی جائے۔

آج جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہ ٹھیک ٹھیک اسی مصحف صدیقی کے مطابق ہے جس کی نقلیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرکاری اہتمام سے تمام دیار و امصار میں بھجوائی تھیں۔ اس وقت بھی دنیا میں متعدد مقامات پر قرآن کے وہ مستند نسخے موجود ہیں۔ بلا کسی کمی وبیشی کے یہ قرآن ٹھیک وہی قرآن ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ انسانی تاریخ میں کوئی دوسری چیز ایسی نہیں پائی جاتی جو اس قدر قطعی الثبوت ہو۔'' [مقدمہ تفہیم القرآن ص ۳۱]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے احتیاط کا عالم بتاتے ہوئے سید مودودیؒ مزید فرماتے ہیں:

''سورۃ توبہ کے شروع میں تسمیہ نہ لکھنے کی مفسرین نے متعدد وجوہ بیان کئے ہیں۔ صحیح بات وہی ہے جو امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نہیں لکھوائی، اس لئے صحابہ کرام ﷺ نے بھی نہیں لکھی اور بعد کے لوگ بھی اسی کی پیروی کرتے رہے۔ [تفهيم القرآن، سورة توبة]

اس کی ایک زندہ مثال وہ مکالمہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے درمیان اسی موضوع پر ہوا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وضاحت پر ترجمان القرآن بھی مطمئن ہو گئے تھے۔ [جامع ترمذى تفسير سورة التوبة]

یہ اس بات کا مزید ایک ثبوت ہے کہ قرآن کو نبی کریم ﷺ سے جوں کا توں لینے اور جیسا دیا گیا تھا، ویسا ہی اس کو محفوظ رکھنے میں کس درجہ احتیاط واہتمام سے کام لیا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آشیرباد حاصل تھی!

صحابہ کرام ﷺ تربیت نبوی کے فیض یافتہ تھے۔ اسلام اور اس کے بنیادی مآخذ ومصادر کے محافظ و دلدادہ تھے۔ محبت الٰہی اور محبت مصطفوی سے ان کے پاکیزہ دل لبریز و منور تھے۔ انہیں فتنہ ہائے قرب قیامت سے متعلق ارشادات نبویہ کی روشنی میں اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ امت اسلامیہ کو قرآن پاک کی تحریر و حفظ میں ظاہری الفاظ اور اندازِ قراءت کے لحاظ سے بھی متفق کر دیا جائے اور انہوں نے آپس میں مکمل اتفاق رائے سے وقت کے اس تقاضے کو پورا کر دیا. جزاهم الله خيراً۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ برملا فرمایا کرتے تھے:

"لا تقولوا فى عثمان الا خيراً فوالله ما فعل الذى فعل فى المصاحف الا عن ملأ منا"

''لوگو! تم عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھلائی کی بات کے علاوہ لب کشائی مت کرو۔ اللہ کی قسم! مصاحف کے بارے میں انہوں نے جو کچھ کیا، وہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے مشورے سے کیا ہے۔'' [سنن ابى داود بسند

صحیح ، کنز العمال حدیث ٤٧٧٧]

دور دراز بسنے والے کم علم نومسلموں کی طرف سے جناب عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کی افواہیں گردش کرنے لگیں کہ آپ ﷺ نے مصاحف جلا دیے ہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"یا ایہا الناس ! اتقوا الله وایّاکم والغلو فی عثمان وقولکم: حراق المصاحف، فو الله ما حرقها الا عن ملأ منا اصحاب رسول الله ﷺ ولو کنت الوالی وقت عثمان رضی الله عنه لفعلت فی المصاحف مثل الذی فعل عثمان"

"لوگو! اللہ تعالی سے ڈرو اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مبالغہ آمیزی کرنے اور اسے مصاحف جلانے والے کا لقب دینے سے باز آجاؤ۔ اگر میں بھی اس وقت مسند خلافت پر متمکن ہوتا تو ایسا ہی کرتا جس طرح انہوں نے کیا ہے۔"

[مناهل العرفان ١/٤٦٤، البداية والنهاية ٧/٢١٨]

مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام بہت پسند آیا اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

[خلق افعال العباد ١/٨٦، التاريخ الكبير ٧/٣٥٠، فتح الباری حدیث ٤٩٨٦، حضرت عثمان ذو النورین رضی الله عنه تالیف مولانا سعید احمد اکبر آبادی صفحة ٣٠٦]

مصاحف عثمانی آج بھی موجود ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے صوبوں: مکہ مکرمہ، شام، بصرہ، کوفہ، یمن اور بحرین کی طرف قرآن مجید کے نقول بھیج دیے اور دار الخلافہ مدینہ منورہ میں قرآن مجید کا جو نسخہ رکھا، اسے (امام) کہا جاتا تھا۔ اور ایک نسخہ وہ تھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے، اور جسے پڑھتے ہوئے آپ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔

[المصاحف تالیف ابن ابی داؤد صفحه ٤٣ ، مباحث فی علوم القرآن صفحه ١١٥]

ان مصاحف کے تحفظ کا انتظام اور علمائے اسلام کی جستجو بھی قابل ستائش ہے۔

علامہ ابن کثیر اپنی کتاب [فضائل القرآن] میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود ان مصاحف میں سے ایک مصحف مسجد دمشق (شام) میں دیکھا جو غالباً اونٹ کے چمڑے کا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ شامی مصحف ایک مدت تک لینن گراڈ لائبریری میں قیصر روس کی تحویل میں رہا، پھر انگلینڈ منتقل کیا گیا۔ [مباحث فی علوم القرآن صفحه ١١٥]

مصحف شامی کو مشہور مسلمان سیاح ابن جبیر متوفی ۶۱۴ھ، ابن بطوطہ متوفی ۷۷۹ھ، ابن الجزری اور ابن فضل اللہ نے جامع مسجد دمشق میں دیکھا تھا، اور یہ غالباً اونٹ کے چمڑوں پر مکتوب تھا۔ [رحلة ابن جبير صفحه ۲۱۷، رحلة ابن بطوطه ۱/۵٤، مباحث في علوم القرآن صفحه ۸۸، ڈاکٹر فهد رومی: دراسات في علوم القرآن صفحه ۹٤] یہ مصحف ایک قول کے مطابق جامع مسجد اموی میں چودھویں صدی ہجری کے اوائل تک محفوظ تھا۔ پھر بقول استاد محمد کرد علی ۱۳۱۰ھ میں کوفی رسم الخط کا ایک بڑا مصحف جل گیا، لوگوں کا خیال تھا کہ یہی مصحف عثمانی ہے۔

ایک نسخہ مصر میں پایا جاتا ہے۔ اس نسخے کو علامہ ابن الجزری نے دیکھا تھا۔ (مناهل العرفان ۱/۳۹۷) اس نسخے میں کہیں کہیں بعض حروف کرم خوردہ ہو گئے، تو اس کی اصلاح کیلئے وزارت اوقاف نے جید علماء وسکالروں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ [المجلة العربية ابريل ۱۹۸۹ء]

جناب امجد بٹ اپنے طویل تحقیقی مضمون (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآنی نسخہ) میں رقمطراز ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ مصحف جسے تلاوت کرتے ہوئے آپؓ شہید کر دئے گئے اور جس پر آپؓ کے خون کے چھینٹے پڑے، پیٹرز برگ میں محفوظ ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے دھبّے کا اثر موجود ہے۔ اس کی جلد پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض ہم عصروں کی تصدیق بھی ثبت ہے۔ کوفی رسم الخط کا یہ نسخہ سمرقند (ازبکستان) میں موجود تھا، صدر ایوب نے اپنے دورہ ازبکستان کے موقع پر ایک کاپی بطور ھدیہ پاکستان لایا تھا۔ [نوائے وقت ۱۲۷پریل ۲۰۰۱ء]

مولانا صلاح الدین یوسف فرماتے ہیں کہ یہ مصحف آج بھی ترکی میں موجود ہے۔ [تفسير وترجمه صلاح الدين يوسف زير آيت ﴿فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم﴾ البقرة/۱۳۷]

جبکہ مسلمان سیّاح ابن بطوطہؒ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ اس نے یہ نسخہ مسجد علی بصرہ میں دیکھا۔ [دراسات في علوم القرآن صفحه ۹٤ تاليف ڈاکٹر فهد رومی]

ممکن ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ فی زمانہ منتقل ہو گیا ہو اور بعض جگہوں میں ایک کی نقل لائی گئی ہو۔ واللہ اعلم

جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ کو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقع پر آپ کی خدمات کے حوالے سے ریڈیو پر اپنی نشری تقریر میں فرمایا کہ: ”آپ رضی اللہ عنہ کے ارسال کردہ مصاحف میں سے آج بھی چار مصاحف قاہرہ، ماسکو اور ترکی وغیرہ میں موجود ہیں۔“ (جاری ہے)